Reg. L. No 1493

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شایع ہوتا ہے

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۶ | مورخہ ۷ مئی ۱۹۲۴ء سہ شنبہ | نمبر ۱۴
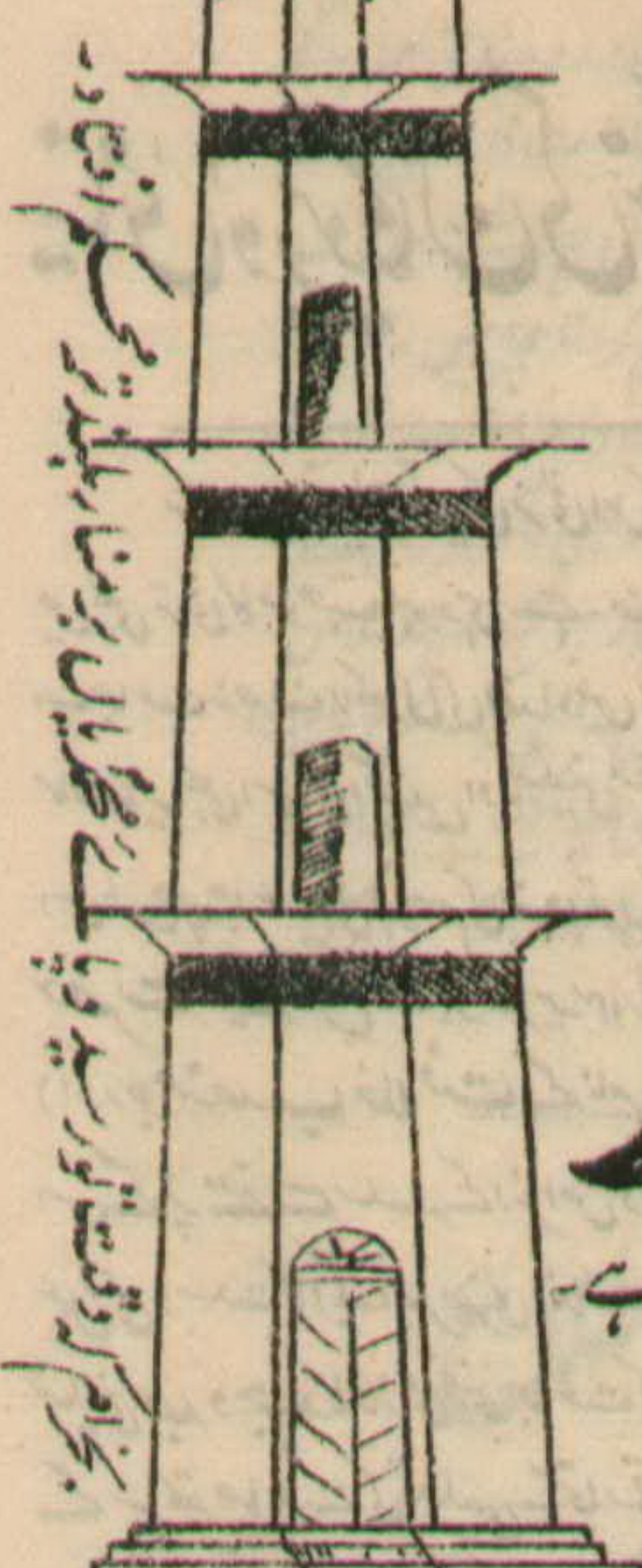
کیا الحکم کا یادگاری نمبر دس ہزار شایع ہو سکیگا؟

دارالامان کے کلرکوں کا حوصلہ افزا خط

مندرجہ عنوان سوال کا جواب احمدی جماعت کا عمل ہوگا۔ جہانتک میری توقعات اور امیدوں کا دامن وسیع ہو سکتا ہے میرا یقین بڑھتا جاتا ہے۔ کہ اس دفعہ دس ہزار کی تعداد میں یادگاری نمبر انشاء اللہ شائع ہو سکیگا۔ میں نے اسوقت تک انفرادی تحریک نہیں کی۔ الحکم کے معاصرین میں سے ابھی الفضل نے جوش سے اس تحریک میں حصہ لیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ تحریک قبولیت اختیار کر رہی ہے۔ نظارت بیت المال کے ہیڈ کلرک چودھری برکت علی خاں صاحب نے ایک حوصلہ افزا خط مجھے لکھا ہے جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ قادیان کے رہنے والے کارکنوں کے مالی وسائل اور ذرائع کو میں خوب جانتا ہوں۔ اسپر بھی ان کا ایکسو کاپی خرید لینا اور زائد کیلئے سعی کرنا بہت حوصلہ افزا ہے۔ ابھی تک ہر دو مدارس کے عملہ معلمین اور متعلمین میں اس تحریک کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ اگر قادیان کی تمام انسٹیٹیوشنز نے حصہ لیا تو قادیان سے کم از کم دو ہزار کی اشاعت کی توقع کرنی چاہیئے۔ اور میں اس تحریر کے ذریعہ قادیان والوں کو دو ہزار کاپی کے لئے تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ سابقون الاولون میں ہیں

کیا کوئی صاحب اس کام کو اپنے ذمہ لیں گے؟

اس ہفتہ کی درخواستوں میں سے ۲۵ کاپی کی ایک درخواست حاجی محمد عمر الدین صاحب کیطرف سے ہے وہ آجکل خود اپنے تجارتی مشاغل میں سخت نقصان پہونچ جانے کے باعث مشکلات میں ہیں۔ مگر انکا یہ ایثار پہلا ایثار نہیں۔ سلسلہ کے کاموں میں انہوں نے ہمیشہ اپنی بساط سے بڑھکر حصہ لیا ہے۔ انہوں نے پانچ روپے بھیجے ہیں۔ میں اس عطیہ کو بہت بڑا عطیہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ فی الحقیقت اخلاص اور خالص جوش اشاعت کا نتیجہ ہے۔ انکا عطیہ پہونچنے پر بے اختیار میری زبان سے یہ شعر نکل گیا۔ ؎

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر بگیتی آفتے شد پیدا

بہرحال میرے احباب جو شروع سے الحکم کیساتھ چلے آئے ہیں اور ان کی سرپرستی پر الحکم نے ہمیشہ ناز کیا ہے۔ اس نمبر کو کامیاب بنانے کیلئے سعی کریں۔ اب میں چودھری برکت علی خاں صاحب کا خط درج کر دیتا ہوں۔

آپکو الحکم کا یادگاری نمبر شائع کرنا مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ آپکے نیاز کو احمدیت میں داخل فرمادے۔ آمین۔

ایک عرض میں بھی کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپکے پاس حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے وہ مضامین یا ڈائریاں جو طبع نہ ہوئی ہوں جسقدر ہوں وہ بھی اس نمبر میں ہوں۔ ترتیب مضامین اس قسم کی ہو کہ جس سے ہر ایک احمدی اسے ہاتھ میں لیکر تبلیغ کر سکے۔ یا یہ پرچہ جس کے پاس جاوے اسے اتمام حجت کرکے ایک احمدی کو سرخرو کر سکے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے اس پرچہ کے نکالنے کی توفیق عطا فرماوے۔ اور سامان عطا فرمادے۔ جس سے یہ پرچہ شائع ہو سکے۔ میں نے محکموں کے کارکنوں میں تحریک کی کہ ہر ایک صاحب کم از کم دو کاپی الحکم کے اس نمبر کی لیں۔ چنانچہ مجھے ۱۰۰ کاپی کی خریداری کے احباب مل گئے ہیں۔ میں اپنے محکموں کے کلرکوں کیطرف سے عرض کرتا ہوں کہ ۱۰۰ کاپی میں خرید کر دونگا

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر تراب منزل سے شائع ہوا)

ایک ضرورت جو عرصہ سے محسوس ہو رہی ہے

یتامیٰ اور بیوگان کی خبر گیری کس طرح ہو

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اس کی ضروریات اور فرائض میں بھی ترقی کا موجب ہو رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب جماعت نہ صرف لاکھوں کی تعداد میں پہونچ گئی ہے۔ بلکہ مختلف ممالک میں بھی اس کی انجمنیں اور تبلیغی مشن قائم ہو چکے ہیں۔ اور اس طرح پر جماعت کی ہر قسم کی ضرورتوں کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے جو تقریر ۱۴ اپریل ۱۹۲۴ء کو کی تھی۔ (اور جو منصب خلافت کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔) اس کے پڑھنے سے سلسلہ کے اغراض و مقاصد اور اس کے دائرہ عمل کی وسعت کا ایک سرسری اندازہ ہو سکتا ہے۔ جماعت کی تبلیغی جد و جہد کا لازمی نتیجہ جماعت کی ترقی ہے۔ اور اس ترقی کے ساتھ جماعت کی تعلیمی۔ تجارتی۔ اور اقتصادی ترقی کے مسائل پر غور کرنا ہمارا پہلا کام ہے۔ اس مقصد کو مدنظر رکھکر عین ضرورت کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح نے تعلیم و تربیت اور امور عامہ اور تجارت کی نظارتوں کو قائم کر دیا۔ ان صیغوں کے کام دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ اور لازمی طور پر بڑھیں گے۔ اسی سلسلہ میں ایک نہایت اہم ضرورت یہ ہے۔ کہ

یتامیٰ اور بیوگان کیلئے کوئی انتظام نہیں

اگر برائے نام کوئی ہو تو میں اسے انتظام نہیں سمجھتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہیں ہے۔ اور اگر اس طرف ہم نے توجہ نہ کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت کے بعض مخلصین کے بچے اور خاندان خدا نہ کرے احمدیت سے نکل جائیں گے۔ یا کم از کم ان میں احمدیت کی زندہ روح نہ رہیگی۔ میرے سامنے ایسی مثالیں ہیں۔ مگر ان کے بیان سے میں ناظرین کو دلگیر کرنا نہیں چاہتا۔

بیوگان اور یتامیٰ کی خبر گیری اور تعلیم و تربیت کا ایک طریق تو یہ ہے کہ دار الیتامیٰ (یتیم خانہ) یا دار الایامیٰ قائم کئے جاویں۔ مگر یہ ترکیب صرف ان بچوں اور عورتوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ جنکا کوئی سرپرست نہ ہو یا جن کے گذارہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ یا ایسی عورتیں جو کسی نہ کسی وجہ سے نکاح کرنے کی قابل نہ ہوں۔ میں اس وقت اس قسم کی کوئی تجویز پیش کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ میں تو اس ضرورت کا احساس کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جماعت کی روز افزوں ترقی ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ

ہم اپنی اولاد کے احمدی رکھنے کا انتظام کریں

اور یہ فکر اپنی زندگی میں کریں۔ کہ مالی مشکلات کی وجہ سے یا عدم تربیت کی وجہ سے وہ اس روح کو نہ کھو بیٹھیں۔ جو احمدیت پیدا کرنا چاہتی ہے۔

بعض وقت یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک احمدی بھائی فوت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے اہل و عیال کے گذارہ کے لئے کوئی جائداد یا ذریعہ آمدنی نہیں چھوڑ جاتا۔ اور اس کے پس ماندگان اپنی روزانہ ضروریات کے لئے اپنے غیر احمدی رشتہ داران کے دست نگر ہو جاتے ہیں۔ یا ان کے انتظام میں جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس کا اثر یہ ہونا ضروری ہے۔ کہ وہ احمدیت کے اثر سے نکل جائیں۔ یا جماعت کے مفید اعضا نہ بن سکیں۔ ان دقتوں اور مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک اس قسم کا فنڈ تجویز کیا جاوے جس میں ہر احمدی ماہانہ کچھ نہ کچھ دیتا رہے۔ اور یہ رقم اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی بچوں کی نگرانی اور ضرورتوں کی کفالت کے لئے کام آسکے۔ چونکہ اس کی ادائیگی سلسلہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس طرح پر براہ راست وہ خاندان سلسلہ کی زیر نگرانی اور زیر تربیت رہیگا۔ اس قسم کے امدادی فنڈ ہر قوم نے قائم کر رکھے ہیں۔ ہندوؤں کے ایسے فنڈ تو نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اور لاکھوں روپیہ وہ اپنے ممبروں کے پس ماندگان کو دے چکے ہیں۔ اور ان کے ممبروں کی تعداد بھی ہزاروں اور لاکھوں تک پہونچی ہوئی ہے۔ مسلمانوں میں بھی ایک زمانہ میں شادی فنڈ۔ مرگ فنڈ وغیرہ ناموں سے بعض جماعتیں قائم ہوئیں۔ مگر وہ زندہ نہ رہ سکیں۔ کچھ تو علماء کے فتووں کی نذر ہوئیں۔ اور بعض اپنے کارکنوں کی وجہ سے مٹ گئیں۔ اب پھر یہ تحریک بعض مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے۔

میں نے اس ضرورت کو ایک عرصہ سے محسوس کیا تھا اور اخبار الحکم میں بھی غالباً اس کا ذکر آیا۔ پھر جن ایام میں میں حیدر آباد میں تھا۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح سے خط و کتابت کی۔

آپ کو یہ احساس پہلے سے تھا۔ آپ نے مجھے بمشورہ سیٹھ صاحب اس کے لئے قواعد وغیرہ بنانے کے لئے ہدایت کی۔ اور جہانتک مجھے یاد ہے کچھ ابتدائی قواعد بھیجے بھی گئے تھے مگر پھر آئے دن کی مصروفیتوں کے باعث یہ خیال دبا رہا۔

مجلس مشاورت کے موقعہ پر بھی میں نے یہ تحریک حضرت کے حضور پیش کی۔ لیکن مجلس کا ایجنڈا نہایت اہم اور اساسی امور پر پہلے ہی کافی سے زیادہ تھا۔ اس لئے یہ سوال رہ گیا لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ اخبار کے ذریعہ اس تحریک کو جماعت کے سامنے رکھوں۔ احباب اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ کہ کیا فی الواقعہ ایسے کسی فنڈ کی ضرورت ہے۔ جس کے ذریعہ اس کے ممبروں کے پس ماندگان کی باقاعدہ مدد کی جاوے۔

میرا خیال ہے کہ ایک بھی شخص ایسا نہ ہوگا کہ جو اس ضرورت کا احساس نہ کرتا ہو۔ اس کے اجرا اور نفاذ کے لئے کیا صورتیں ہوں۔ اس کے متعلق مختلف خیالات ہونگے۔ تاہم ضروری ہے۔ کہ اس کے متعلق احباب کی رائے کا اندازہ ہو سکے۔ اس لئے میں اس اشاعت سے اس بحث کا آغاز کرتا ہوں ٭

خلافت منسوخہ اور ہندی مسلمان

جمہوریہ ترکیہ نے منصب خلافت کو مٹا ڈالا ہے لیکن جمعیتہ العلماء اور خلافت کمیٹی کوشش کر رہی تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس کی پردہ پوشی کی جاوے۔ اور ہندوستان کے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام میں پھنسائے رکھا جاوے مگر اب وقت آگیا ہے کہ علماء سوء کے چہرہ بے نقاب ہو جائیں۔ اور ان خود ساختہ لیڈروں کی حقیقت طشت از بام ہو۔ چنانچہ اخبار ہمدم میں راؤ بہادر عبدالرحمن خاں صاحب نے ایک نہایت معقول اور زبردست مضمون لکھکر ان لیڈروں کو کھری کھری باتیں سنائی ہیں۔ اور کہا ہے کہ جب خلیفۃ المسلمین سے دنیوی اختیارات سلب کئے گئے تھے۔ اسوقت ان لوگوں کا ٹس سے مس نہ ہونا

شرعی احکام کی نافرمانی و خود غرضی میں داخل ہے

اس مضمون میں انہوں نے اس مسئلہ کو بھی صاف کر دیا ہے۔ کہ جو سبق خلافت والے اور جمعیتہ العلماء والے اپنے تاروں کے ذریعہ جمہوریہ ترکیہ کو پڑھانا چاہتے تھے۔ کہ وہ صدر جمہوریہ ہی کو خلیفہ بنائیں۔ وہ بالکل غلط اور بیہودہ ہے کیونکہ جس صدر نے احکام الٰہی کی نافرمانی کی ہو۔ وہ قابل خلافت اور قابل اتباع نہیں ہے۔ علاوہ بریں اگر صدر جمہوریہ خلیفہ ہو تو وہ بجائے خود انتخاب کی کشمکش میں ہے۔ اسے خود کوئی استحکام نہیں۔ اس طرح ہر خلیفہ آئے دن تبدیل ہی ہوتا رہیگا۔ راؤ بہادر نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ

ایسی احسان فراموش اور محسن کش جمہوریت پر دنیائے اسلام کو بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔

جمہوریہ ترکیہ پر اعتراض اور الزام بجائے خود کتنا ہی وزندار ہو۔ مگر اس سے قطع نظر کرکے اصل اعتراض تو جمعیتہ العلماء اور خلافت کمیٹی پر ہے۔ جنہوں نے باوجودیکہ وہ حالات سے واقف تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو تاریکی میں عملاً رکھنے کی کوشش کی۔ اور اب تک ان کی یہی کوشش ہے۔ حالانکہ معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ ترکوں نے واضح کر دیا ہے۔ کہ وہ منصب خلافت کو حذف کر چکے ہیں۔ اور کسی وفد کو ترکی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دیں گے۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کے روپیہ کو تباہ کرنے کے لئے اس قسم کی تجاویز کی جا رہی ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہندوستان میں ایک زبردست آزاد خیال مسلمانوں کی ایک کمیٹی قائم ہو۔ اور خلافت کمیٹی اور جمعیتہ العلماء سے مسلمانوں کے روپیہ کا باقاعدہ حساب لے۔ اور آئندہ ان کے پنجہ سے غریب مسلمانوں کو نجات دلائی جاوے۔

خلافت کا فیصلہ ترک کر چکے ہیں۔ اگر ان پر زیادہ دباؤ

اور اثر ڈالا گیا تو خطرہ ہے کہ وہ اسلام ہی سے انکار کر دیں اگر وہ اس خلافت کو اسلام کی خصوصیات میں داخل کرتے تو قطعاً انکار نہ کرتے۔ اب وہ کسی حال میں مسلمانان ہند کے کسی مشورہ کو جو منصب خلافت کے متعلق ہو تسلیم کرنے کو طیار نہیں ہیں۔ اور یہ حقیقت نمایاں ہو چکی ہے۔ کہ عزل خلیفہ کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ تنسیخ خلافت کا سوال ہے۔ مولوی عبد الماجد بدایونی نے صاف الفاظ میں مشتہر کر دیا ہے۔ کہ

"دراصل معاملہ عزل خلیفہ کا نہیں بلکہ حسب مفہوم بیانات و اخبارات خلافت ہی کا وجود و بقا غیر ضروری بتایا جا رہا ہے۔ لہذا یہ نازک اور دقیق امر ارباب بصیرت و نظر سے مخفی نہ رہنا چاہیئے۔ کہ اس سے خلیفہ کا عزل مستقلاً نہیں کیا گیا۔ بلکہ انکار و عدم تسلیم منصب خلافت عمل میں لایا گیا"

اس حقیقت پر اب پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

اور مسلمان واقف و آگاہ ہو رہے ہیں۔ جبکہ یہ یقین ہو گیا ہے کہ جمہوریہ ترکی نے خلافت کے منصب کو اڑا دیا ہے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے خود ساختہ رہنماؤں کو اس گتھی کے سلجھانے کی بری طرح فکر پیدا ہوئی ہے۔ بعض نے جماعتی خلافت کی نئی اصطلاح پیدا کر لی ہے۔ اور بجائے ایک شخص کے ایک جماعت کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوسناک اور غلط رائے کیا ہو سکتی ہے۔

تاریخ اسلام جماعتی خلافت کے وجود سے ساکت ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ جمعیۃ العلماء کے مفتی کفایت اللہ صاحب جو لوگوں پر کفر کے فتوے دینے میں بڑے ہوشیار ہیں۔ اس تجویز کو کس طرح پر اسلامی اور شرعی تجویز قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح ایک بحث الائمۃ من القریش پر شروع ہو گئی ہے۔ اور اس سے شریف مکہ کی خلافت و سیادت پر دلائل پیدا کرنا مقصود ہے۔ غرض عجیب حالت ہے۔ اور

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

کا مضمون درپیش ہے۔ اس سے مسلمانوں کی سراسیمگی اور پریشانی نمایاں ہے۔ ہماری جماعت کو غور سے اس حالت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کہ یہ اس سلسلہ کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے۔ اور وہ انشاء اللہ العزیز دیکھ لیں گے۔ جلد یا بدیر۔

آخر مسلمانوں کو اس عملی حل کی طرف آنا پڑیگا جو خدا تعالے نے

ایک خلیفہ بنا کر دکھا دیا ہے

خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس نے خلافت حقہ راشدہ کو قائم کیا ہے۔ اور خلافت حقہ کے لئے لازمی نہیں ہے۔ کہ وہ سلطنت کا اقتدار بھی اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ اس لئے کہ خلافت روحانی طور پر قلوب پر حکومت کرتی ہے۔ اور یہ اثر اور قوت اس اقتدار سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جو تلوار یا تعزیرات کے خوف سے پیدا کی جاتی ہے۔

ایک جماعت خدا کے فضل سے موجود ہے۔ جو خلافت کے فیوض اور برکات سے حصہ لے رہی ہے۔ اور دنیا دیکھتی ہے کہ اس کے مسلم خلیفہ کا اپنا اثر کیا ہے۔

ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اس ابتلا سے جو مسلمانوں پر آیا ہے۔ ان کو آگاہ کریں۔ اور صحیح راستہ کی طرف لانے کے لئے ان کی مدد کریں۔

ایک مریض کا مزاج جس طرح پر چڑ چڑا ہو جاتا ہے اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے حق اور صداقت کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ مخالفت میں تیز ہوں گے۔ مگر انہیں میں وہ سعادت مند روحیں بھی نکل آئیں گی۔ جو گوہر مقصود کو پانے کے لئے دلیر اور تیار ہوں گی۔

یقیناً یاد رکھو کہ اب کوئی خلافت بجز اس خلافت کے جو خدا نے قائم کی ہے۔ قائم نہیں رہ سکتی۔ دنیا دیکھ لے گی کہ یہ ایک اٹل صداقت ہے۔ اگرچہ اس کو مٹانے کے لئے تاریکی کے فرزند کتنی بھی کوشش کریں۔

چونکہ اب وقت قریب آ رہا ہے۔ کہ خدا تعالے اپنے قائم کردہ سلسلہ کو آفاق میں قبولیت بخشے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوت تبلیغ و نشر ہدایت کو وسیع اور متحد کریں۔ اور اس خلوص میں ہمارے اتفاق کی یہ آخری ساعت ہے۔ اس لئے آؤ دعاؤں سے کام لے کر لوگوں کو بتائیں کہ

راہ اور حق اور زندگی کے طلبگار و ادھر آؤ کہ تمہارا مطلوب یہاں ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔ آپ ایک نہایت ضروری تصنیف میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالے اسے لوگوں کی ہدایت اور بھلائی کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

۲۔ موسم غیر معمولی طور پر ابر آلود ہے۔ اور بارش کے موسم کی قبل از وقت ابتدا کی خبر دیتا ہے۔ ابھی تک غلہ قریباً سب باہر ہے۔

۳۔ جماعت احمدیہ کا ایک بنک کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔ تا کہ لوگ آسانی کے ساتھ اپنی امانتوں کو رکھ سکیں۔ ابھی تک اس بنک کا نظام عمل تجویز نہیں ہوا۔ مگر کوشش ہے کہ جلد سے جلد یہ بنک کھل جاوے۔

۴۔ قادیان میں ایک جدید کارخانہ گٹ فیکٹری کے نام سے کھولا گیا ہے۔ اللہ تعالے بابرکت کرے۔

۵۔ تحفہ کابل فارسی اب قریب الختم ہے۔ چند روز تک انشاء اللہ العزیز شائع ہو جائے گا۔ ساڑھے چار سو کے قریب صفحات پر ختم ہوا ہے قیمت چار روپے سے کم نہ ہوگی۔

اعلیٰ کاغذ پر بھی کوئی اڑھائی سو کاپیاں طیار ہوئی ہیں۔ جن کی قیمت چھ روپے فی جلد کے قریب ہوگی۔ تحفہ کابل کی اشاعت فارسی بولنے والے ملکوں میں کثرت سے ہونی چاہیئے۔ جو لوگ اپنے خرچ پر اس کتاب کو تقسیم کرانا چاہیں۔ وہ پہلے سے صیغہ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان کو اطلاع دیں۔ ایسا ہی خریدار بھی تا کہ فوراً بھیجے جاویں۔ تحفہ کابل اردو بھی طیار ہو گیا ہے۔ اس کے متعلق بھی تمام درخواستیں ناظم بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان کے نام آنی چاہئیں۔ جو احباب چاہتے ہیں کہ ان کو مجلد کرا کر بھیجا جاوے۔ وہ بھی اطلاع دیں۔

ایک ضروری اطلاع

۶۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت کے حصہ داران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سابق ناظم صاحب کے گلوب ٹریڈنگ ایجنسی کی ضروریات سے فوراً ولایت جانے کے باعث سال گذشتہ کا حساب کتاب تیار نہیں ہو سکا۔ چونکہ وہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اس لئے میں انشاء اللہ العزیز ۳۰ر جون ۱۹۲۴ء تک سال گذشتہ کا بیلنس شیٹ شائع کرنے کے قابل ہو سکونگا۔

جو احباب واپسی روپے کے لئے درخواستیں کر رہے ہیں۔ میں ان کو بھی مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ کہ چونکہ روپیہ سب کاروبار پر لگ چکا ہے۔ اور بعض دوست واپس لے چکے ہیں۔ اس لئے ان کے ارشادات کی تعمیل بھی ۳۰ر جون تک ہو جانے کی انشاء اللہ توقع ہے۔

خاکسار۔ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم و ناظم بک ڈپو تالیف و اشاعت

اسلامی دنیا میں جنگ:۔ افغانستان کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بغاوت کے آثار نمودار ہیں۔ اور یہ فتنہ ملاؤں نے پیدا کیا ہے جو شاہ افغانستان کی اصلاحات کی مخالفت کر رہے ہیں یہ علماء سوء اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا نام اسلام کی خدمت و بقا رکھتے ہیں۔ مزید خبروں کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ آمین۔ دوسری طرف ملک حجاز پر بھی حملہ کی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور ابن سعود کیساتھ جنگ کا سخت خطرہ درپیش ہے ٹرکی کی حالت بھی مخدوش کہی جاتی ہے۔ اور سول وار کا اندیشہ ہے ٭

مجاہد مصری کا تصور قادیان میں

مجاہد مصری نے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم علی کو ایک خط لکھا ہے۔ جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ آجکل رمضان کا مہینہ ہے۔ مصری مجاہد جس نے کم و بیش اپنی رہائش قادیان میں بیس رمضان دیکھے ہیں۔ مصر میں قادیان کی یاد سے بے قرار ہوگیا۔ اس کے پاس تصورات کے سوا اور کیا تھا۔ ماضی کی یاد نے اسکو قادیان کے رمضان سے بہرہ اندوز کیا۔ الحکم اور مجاہد مصری کی پیدایش میں صرف بیس دن کا فرق ہے۔ الحکم اس سے ۲۰ یوم بڑا ہے۔ میرے دونوں نور نظر ہیں۔ اسلئے ناظرین الحکم کو اس لطف میں شامل کرنے کے لئے میں نے یہ خط شائع کر دیا ہے۔ (عرفانی)

۱۳ر رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم ابراہیم علی صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزمن میں نے پہلے اس خط کو مولوی عبدالرحمٰن کے نام سے شروع کیا تھا۔ مگر بعد میں پسند کیا کہ تم کو ارسال کردں یہ میرے جذبات کی ایک گونہ تصویر ہے۔

آپ لوگ کیسے خوش قسمت ہیں کہ اسوقت قادیان میں ہیں جو کہ خدا کی مقدس بستی ہے۔ میرا تصور مجھکو اس وقت قادیان کے گلی کوچوں میں پھرا رہا ہے۔ اور جو کچھ میں لکھونگا وہ میرے تصور کی تصویر ہوگا۔ اگرچہ افکار کی تصویر کھینچنا کسی مصور کی طاقت سے بھی باہر ہے۔ تاہم میرے افکار اس حقیقت کی ٹوٹی پھوٹی ترجمانی ضرور کریں گے۔ جو کہ اس سر مکنون کے اندر پوشیدہ ہیں۔ جسکو دل کہا جاتا ہے۔

اس وقت جبکہ میرا قلم کاغذ پر کبھی الفاظ کو کھینچنے کے لئے اوپر اور کبھی نیچے آتا اور جاتا ہے۔ گویا کہ یہ ایک جبلی میدان ہے۔ جسمیں کہ بیشمار گھاٹیاں در گھاٹیاں ہیں۔ جن میں قلم کو بہت ہی نیچے اوپر آنا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح میرے دماغ اور تصور میں ایک افکار کا سمندر موجزن ہے۔ جو کہ ہیجان اور تلاطم پیدا کر رہا ہے۔ میرے چھوٹے سے دماغ میں افکار کی تند اور تیز لہریں اس تیزی سے ٹکرا رہی ہیں۔ کہ بعض اوقات میرا جسم سارے کا سارا اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اس شور نے جو میرے افکار کے سمندر نے پیدا کیا ہے۔ میرے دماغ کی عجب حالت کر دی ہے وہ بالکل اس طرح سے معلوم ہوا ہے جیسے ظاہری دریا پہاڑی ٹیلوں کے درمیان آنے کے وقت ایک گول چکر اور سخت تیز گھیر پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت اسمیں جو چیز بھی آئی ہے وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ پس میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت میرے دماغ میں دوسری آنے والی چیزیں بالکل نیست و نابود ہو چکی ہیں۔

مکرمی! اسوقت جبکہ یہ روبرو رہی ہے۔ میں آپ سے بہت ہی دور مصر کی زمین میں ہوں۔ رات کا وقت ہے۔ اور رات کا ایک بج چکا ہے۔ ایک بجے کا وقت میں نے مبالغہ سے نہیں بلکہ حقیقت سے لکھا ہے۔ رات بالکل سنسان ہے۔ اور بالکل خاموش ہے۔ لیکن اس خاموشی کی فضا میں دو آوازیں گونج کر پھر عالم خاموشی میں محو ہوگئی ہیں۔ ایک کسی منچلے راہگذر کی بانسری جو کہ غالباً قلبی سوزش کے مٹانے کے لئے بجائی جا رہی ہوگی۔ اور دوسرے بعض مصیبت زدہ موٹر ڈرایوروں کی موٹر کی آواز۔ تاہم مصر کی فضا میں یہ دو محو ہونے والی آوازیں کوئی غیر معمولی اثر نہیں پیدا کر سکتیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت وہ شہر جو کہ دن کے وقت حشر کا میدان تھا۔ اس وقت ایک سنسان بن ہے۔ اور ہر انسان خدا تعالےٰ کے جلال و جبروت کا اپنی مردہ زبان سے اقرار کر رہا ہے۔ اس وقت دھوکہ بازیاں۔ ٹھگیاں۔ اور بدچلنیوں کا خاتمہ ہے اور سب انسان اپنے اپنے بستروں پر جو کہ بالکل عالم قبور کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ مردہ پڑے ہیں۔ مصر کا خوشگوار نیلا آسمان ستاروں سے پر ہے۔ مگر چونکہ چاند اس وقت نہیں۔ اسواسطے سارے ستارے بے رونق سے نظر آتے ہیں۔ بادلوں پر سیاہی اور ظلمت ہے۔ نیل کے خاموش چلتے ہوئے پانی پر سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میرے کمرے میں داخل ہو کر میرے جسم سے کھیلتے ہوئے آگے کو گذر جاتے ہیں۔ نیل کا پانی اگرچہ میرے گھر سے دور ہے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اسوقت بہت ہی خوبصورت معلوم ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس وقت اسمیں ستاروں کا عکس آ چکا ہے۔ اور ہوا کی حرکتیں پانی میں چھوٹی چھوٹی خوبصورت لہریں پیدا کر رہی ہیں۔

برادرم کہو کہ یہ منظر کیسا ہے؟ میرے سامنے کے ایک مکان میں مدہم سا لیمپ روشن ہے۔ مگر افسوس اہل خانہ اس لیمپ کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ بلکہ سو رہے ہیں۔ اس وقت موسم بڑا ہی خوشگوار ہے اور ہوا بہت ہی لطیف لیکن میں ان سب کو بھولکر اس ملک سے بہت دور عالم خیال میں وہاں آ رہا ہوں۔ جہاں تم لوگ بستے ہو۔

میری مونس میری لیمپ ہے۔ میرا سانس بڑا ہی موذب ہے۔ جو کہ اسوقت نہایت ہی تسلی کے ساتھ چل رہا ہے۔ مجھکو اس کی روانگی اور نیل کی نہایت ہی دلچسپ روانگی میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ میری آنکھوں کے سامنے اسوقت قادیان کا خوبصورت آسمانی آسمان ہے۔ جس پر ستارے بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور مجھکو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں سے بعض ٹمٹما کر اسطرح سے ہنس رہے ہیں جیسے کہ کوئی چھوٹا ننھا بچہ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

"قادیان میں کوئی نیل نہیں۔ مگر اس وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل پڑے ہیں۔ وہ کیسے اچھے دن تھے۔ جبکہ میں اس وقت اپنے نرم بستر پر قادیان کی زمین پر لیٹا ہوا کرتا تھا۔ اسوقت میری آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ اور میرا جسم عمدہ بستر کے اندر لیکن میرا چہرہ میرے لحاف سے باہر ہوا کرتا تھا

اسوقت اکثر ہوا میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اور کئی دفعہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ میرے منہ پر ہلکے ہلکے طمانچے مار رہی ہے میری کئی دفعہ آنکھ کھل جاتی اور قادیان کے نیلے آسمان کے نیچے اپنے آپ کو دیکھکر خوش ہوتا۔ اور میں محسوس کرتا کہ میں بہت ہی بڑی راحت کو حاصل کر رہا ہوں۔ اس اطمینان سے میں پھر ایک دفعہ کروٹ اور نہایت میٹھی نیند لینے کے لئے سو جاتا ہمارا صحن بہت وسیع تھا۔ یہ محض خدا کا فضل ہے۔ میرے ارد گرد اس وقت میرے بھائی اور بہنوں کی چارپائیاں ہوتی تھیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ میری شفیق اور غمگسار والدہ کی چارپائی بھی قریب ہوتی۔

والد صاحب کی طبیعت ذرا زیادہ سکون پسند ہے۔ اس لئے وہ ہمارے قریب ہی اوپر کی منزل پر ہوتے۔ تاکہ دور تک قدرت کے وسیع مناظر کو دیکھ سکیں۔ رات کو سامنے کے سبز کھیتوں سے ہوتی ہوئی آنے والی ہوا پہلے ان کے پاس آتی۔ اور پھر ہمارے پاس۔ الغرض میں ایک ایسی مجلس میں ہوتا۔ جو کہ میرے جسم کے سارے ذرات میں نشاط اور خوشی بھرنے والے تھے۔ پس اکثر اوقات میں اٹھکر اور آنکھ کھولکر پھر دوسری دفعہ راحت کی سانس لینے کے لئے کروٹ لیتا۔

عزیزم! کہو تو یہ دن کیسے خوبصورت تھے؟

ابھی میرا دل راحت کے مزوں سے پوری طرح سے سرور حاصل نہ کر چکتا۔ کہ کسی درد دل رکھنے والے احمدی مسلم کے کنستر کو گلیوں میں بجتے ہوئے کانوں نے محسوس کرنا۔ کیا کہوں اس کنستر میں کیا اثر تھا۔ مصر میں صبح روزے کی سحری کے لئے توپ چلتی ہے۔ مگر مصر کی فضا بدستور خاموش رہتی ہے۔ اور غربا مصر جو کہ نہایت ہی گندے تہ خانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہیں پڑے پڑے کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ مگر یہ توپ سوائے اس کے کہ مصر کی فضا میں گونج کر رہجائے۔ اور کچھ اثر نہیں پیدا کرتی۔ مگر قادیان کا کنستر اپنے اندر ایک صور اسرافیلی کا اعجاز رکھتا تھا۔ سوئے ہوئے اہل قادیان اس آواز پر اس طرح چونک اٹھتے۔ جیسے بچے کے رونے پر شفیق ماں کا دل۔

عزیزم! عجیب بات ہے۔ کہ قادیان کے ہر گھر سے اسوقت برتنوں کی جھنکار آوازوں کی تکرار سے ایک ایسا شور پیدا ہوتا کہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسوقت ہم کسی عظیم الشان شہر میں ہیں۔

والدہ صاحبہ اٹھ بیٹھتیں۔ دبی ہوئی آگ سلگا لیتیں اور وہ خدا کی عبادت کرنے کی غرض سے کھانا تیار کر لیتیں۔ آگ نہایت ہی وقار سے جلتی۔ اور بھلی معلوم ہوتی۔ ہوا کے جھونکے چلتے اور آنکھوں میں راحت کی نیند لاتے۔ آپ کا بھائی محمود اس وقت کئی دفعہ جو شام کو والدہ سے اس لئے جھگڑا کر کے سویا تھا۔ کہ مجھکو سحری کے لئے جگانا اور ضرور جگانا۔ کنستر کی آواز پر چونک کر اور رات کی خاموشی میں عابدوں کی خدمت کے لئے جلنے والی آگ کو دیکھکر پھر ہوا کی تھپکی سے سو گیا تھا۔ آہا۔ کیا خوب یاد آیا اماں کے ان میٹھے میٹھے الفاظ پر "محمود بیٹا اٹھو سحری کھا لو۔ آنکھوں سے جنگ کرتے ہوئے اٹھ بیٹھا کرتا۔ یہ نظارہ بہت خوب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہ

دیکھکر کہ ابھی دو تین روٹیاں پکانی باقی ہیں۔ اور صبح کی شبنم جس سے پھول کھلا کرتے تھے۔ مجھکو پھر ایک دفعہ لٹا دیتی۔ اور یہ اتفاق کی بات ہے۔ کہ میری چارپائی کے بہت ہی پاس ایک گلاب کا خوبصورت درخت تھا۔ جس کے پھول اس وقت کھلتے۔ اور ان میں سے خوشبو اڑکر مجھپر پڑا کرتی تھی۔ ہوا اور پھر خوشبودار۔ میں یہ کہتا ہوا کہ میں سوتا نہیں۔ پھر لیٹ جاتا اور مجھکو اس وقت معلوم ہوتا کہ میں پھر سو گیا تھا۔

جبکہ پہلی آواز نہایت میٹھی لوری کی طرح میرے کان میں آئی "محمود اٹھو بیٹا تم پھر سو گئے روزہ رکھ لو" آہا کیسی لذیذ آواز تھی۔ میں اس آواز پر آنکھیں کھول دیتا۔ اور اٹھ کر بیٹھ جاتا۔ وہ کیسا عجیب منظر تھا۔ جسکو میں کبھی نہیں بھول سکتا میں دیکھتا کہ چھوٹے بچے بھی آہستہ آہستہ کروٹیں لینے لگے اور انہیں سے کئی جاگ پڑے ہیں۔ اور اماں سے لڑ رہے ہیں۔ کہ روزہ تو ہم نے بھی رکھنا ہے۔ وہ روزہ تو کیا ہی رکھتے۔ مگر اس بہانے سے اب والدہ کے گرد شور مچاتے تھے۔ اور کھانے کے لئے جمع ہو جاتے۔ مجھکو آج معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سب چھوٹے چھوٹے خوبصورت پرندے تھے جو صبح کے وقت ٹھنڈی ہوا سے جاگ کر چہچہایا کرتے تھے۔

قادیان کی صبح کیسی دل پسند تھی۔ صبح ہوتی ہر گھر سے قرآن کریم کی آواز آتی تھی۔ جو ایسی عجیب معلوم ہوتی۔ کہ دنیا کے تمام باجے اس پر سے قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اسوقت حیرت ہے کہ جبکہ قادیان کے مسلم قرآن کریم سے در و دیوار کو وجد میں لاتے۔ اس وقت باغ میں ننھے پرند اپنی رنگارنگ کی آواز سے ان کا ساتھ دیتے۔ ہوا جھوما کرتی تھی۔ ملائک آسمان سے فتح و نصرت کے پیغام ارض حرم کے لئے لاتے تھے۔

گذشتہ سنین میں رمضان کا دن بھی عجیب دن تھا۔ سورج پوری طاقت سے جلوہ افروز ہوتا۔ میرے مکان کے سامنے دور تک میدان بھی میری آنکھوں کے سامنے ہوتا۔

سخت دھوپ میں زمین آسمان شعلے کی طرح تپ جاتا۔ بگولے اڑنے لگتے۔ ہوا ٹھنڈی سے گرم ہو جاتی۔ مسافر راستہ چلنا چھوڑ دیتے۔ مگر اس حالت میں بھی غریب گڈریا سر سے ننگا اور پاؤں سے بھی ننگا دور کھیتوں میں اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی کرتا دیکھا کرتا تھا۔

بھیڑیں ادھر سے ادھر دھوپ کی وجہ سے بھاگ اٹھتیں۔ اور مہربان چرواہا اس کو کھانے کے لئے دوڑ دوڑ کر جمع کیا کرتا تھا۔

بہت سے زمیندار جن کی حالت کچھ اچھی ہوتی۔ اس وقت درختوں کے نیچے جمع ہو جاتے۔

ہاں وہ بڑ جو ہمارے گھر سے بالکل ہی سامنے ہے جہاں یہ رونق ہوتی۔ ان کے پاس بھی سفید۔ سرخ کالے بیل اور بھینسے آنکھیں بند کرکے جگالی میں مست ہوتے۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا کہ وہ جگالی کی وجہ سے اکثر سانس روک لیتا۔ اور پھر بعد میں ایک خراٹا مارا کرتا۔ مگر تھکا ہوا زمیندار اس خراٹے سے اور بھی زیادہ نیند میں محو ہوتا تھا۔

چھوٹے بچے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ دیکھو دھوپ کیسی پڑا کرتی تھی۔ مگر وہ اس وقت اس بڑے بڈھے درخت کے نیچے جمع ہو کر اس وقت بعض گولیاں اور بعض گلی ڈنڈا کھیلا کرتے۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا۔ کہ کبھی کبھی گلی بڑے زور سے اچھل کر کسی سوئے ہوئے آدمی کی چارپائی پر آ پڑتی اور وہ گھبراہٹ سے اٹھکر گالیاں دینے لگ جاتا۔

شریر طوطے۔ اسوقت ان کے سروں پر گولر کاٹ کاٹ کر ڈھیروں پھینکا کرتے تھے۔ اور مجھے تو اس وقت یہی معلوم ہو رہا ہے کہ سب کچھ ابھی ہو رہا ہے۔

یہ نظارہ بھی مجھکو بہت دلچسپ معلوم ہوتا تھا۔ کہ تھکا ہوا مزدور چنے کی روٹی کھا کر جو کہ اس کی چادر کے کنارے اچار کے ٹکڑے سمیت بندھی ہوئی تھی۔ کھول کر اور کھا کر نہایت ہی میٹھی نیند سونے کے لئے وہی چادر جو کام کے وقت سر کی حفاظت کے لئے استعمال کی جا رہی تھی نیچے بچھا کر اور ہاتھ کا تکیہ رکھکر تھوڑی دیر کے لئے کسی بیل یا گائے کے قریب ہی سو جاتا۔

عزیزمن ہندوستان بڑا غریب ملک ہے۔ مگر تاہم وہ بہت خوبصورت ہے۔ مگر اس وقت میری اور میرے ساتھیوں کی حالت یہ ہوتی۔ کہ بار بار سورج دیکھا جاتا اور بار بار وقت دریافت ہوتا۔ پیٹ پر ٹھنڈے پانی کے گلاس رکھے جاتے۔ دن کے لمبے ہونے کی شکایت ہوتی کبھی والدہ کو پیٹ دکھاتا کہ ساتھ لگ گیا۔ اس پر ماں کی شفقت جوش میں آجاتی۔ اور وہ کہہ اٹھتیں۔ کہ "ادھو میرے بچے کا پیٹ ساتھ لگ گیا ہے"

عصر ہوتے ہی بڑی مسجد میں ہم جمع ہو جاتے۔ میں اس نظارے کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہر بڑا چھوٹا خدا کا کلام سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ درس ختم ہوا۔ اور لوگ برفوں کو لئے ہوئے گھروں کو دوڑے۔ قادیان میں ایک شور مچ جاتا۔ کوئی دودھ خریدتا اور کوئی اور چیز۔ موذن کی اذان پر نظر لگ جاتی۔ احمدیہ چوک میں رونق ہو جاتی ہے۔ اس منظر کو کیسے کھینچوں۔ بہرحال یہ دن عجیب تھے اور یہ دنیا عجیب تھی۔

افسوس اب کہ بکھر گئے ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ تم خوش نصیب ہو۔ جو اب بھی فیضیاب ہو۔ اب محمود وہ محمود نہیں محمود شگفتہ پھول نہیں۔ بلکہ ایک متفکر ہستی ہے۔ جس کی رات اب دن ہو چکی ہے۔ اور دن رات۔ اور اب ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ یہ جذبات تھے۔ لکھ دئے باقی پھر سہی ؛

محمود احمدؐ احمدی از مصر

میر واعظ بوٹیری کا انتقال

مولوی محمد علی بوٹیری نہایت خوش الحانی سے وعظ کہنے میں عام طور پر مشہور تھے۔ فرقہ اہلحدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدا ً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں بھی حصہ لیا۔ مگر بعد میں اس جوش اور استقلال سے وہ مخالفت کے حصہ دار نہ رہے۔ اس لئے نہیں کہ انہوں نے توبہ کرلی تھی۔ بلکہ اس لئے کہ ان سے بڑھکر مخالفت کرنے والے پیدا ہوگئے۔ جنہوں نے اس مخالفت کو اپنا ذریعہ روزگار بنالیا۔ پھر وہ اہلحدیث کے اندرونی جھگڑوں میں حصہ لیتے رہے۔ مولوی صاحب کے ایک بھائی مولوی سردار خان صاحب مرحوم انہیں مخالفت کے ایام میں مخلص اور پکے احمدی تھے۔ اور انہوں نے بھائی اور دوسرے لوگوں کی مخالفت کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ بڑے بڑے دکھ ان کو دئے گئے۔ مگر وہ وفادار اور ثابت قدم رہے۔ مولوی بوٹیری کی زندگی کا آخری حصہ اہلحدیث کے اندرونی جھگڑوں میں بسر ہوا۔ اور اب ۲۰ رمضان ۱۳۴۲ھ کو انہوں نے طاعون سے وفات پائی۔ اب ان کا معاملہ خدا سے ہے۔ اور کیست مومن کیست کافر خود آشکار ہو جائے گا۔

بہرحال وہ پرانے زمانے کے واعظوں کی ایک خوش گلو یادگار تھے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین کی تاریخ کا ایک ورق اور الٹ گیا۔

اگرچہ وہ ہمارے سلسلہ کے دشمنوں میں سے تھے۔ مگر

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگی ما نیز جاودانی نیست

ان کے پس ماندوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔

جمعۃ الوداع

۲ مئی ۱۹۲۴ء مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ کو رمضان کا آخری جمعہ واقع ہوا۔ اور اس سے پہلی رات ۲۷ ویں شب رمضان تھی جس کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روایت حضرت اقدس کے ایک مخلص قدیم اور محب صادق مولوی عبداللہ سنوری کی زبانی سیرۃ المہدی سے لیکر الفضل میں شائع ہو چکی تھی۔ اس لئے یکم مئی ۱۹۲۴ء بعد عصر حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور دعا کے لئے درخواستیں پیش ہوئیں۔ اور اسقدر پیش ہوئیں کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ میں صرف ان کے ناموں کو پون گھنٹہ میں پڑھ سکا۔ بہرحال اس رات احباب میں دعاؤں کیلئے ایک خاص جوش اور طیاری تھی۔ اور جس کو جسقدر خدا نے توفیق دی اس شب گزشتہ کو اپنے مولا کے حضور گریہ وزاری کی حضرت امام نے اسلام اور سلسلہ کے لئے جو دعائیں کیں اور اپنی جماعت کے افراد کے مطالب کو مدنظر رکھکر نام بنام جو کچھ مولیٰ حقیقی کے حضور پیش کیا۔ اس کی کیفیت میں نہیں بیان کر سکتا۔ مگر جمعۃ الوداع کے خطبہ میں جماعت کو جس امر کی طرف توجہ دلائی وہ

ایک عظیم الشان سبق اور درس معرفت تھا

آپ نے اس نام طریق بد کا ذکر کیا جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں قضاء عمری کا پیدا ہو گیا ہے۔ اور جس ایک خیال نے مسلمانوں کے قلوب سے عبادت اور تعلق باللہ کے شوق اور ذوق کو کم کر کے انہیں سست اور نکما بنا دیا ہے۔ اور بجائے سابق بالخیرات ہونے کے وہ ٹوٹکوں اور ٹونکوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں محنت اور جفاکشی سے جی چراتے ہیں۔

پھر آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق بیان فرمایا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم دیا گیا اور آپ باہر تشریف لائے تاکہ لوگوں کو اس نکمت اور برکت سے آگاہ کریں۔ مگر دو آدمی جھگڑ رہے تھے اس کا اثر آپ کے قلب پر ایسا پڑا کہ وہ علم جو دیا گیا تھا جاتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اس واقعہ کو پیش کر کے سبق دیا کہ اگر تم میں مخاصمتیں ہوں اختلاف اور جھگڑے ہوں تو خدا تعالےٰ کی نعمتیں اور برکات نہیں مل سکتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ بتاتا ہے کہ دو آدمیوں کے باہمی جدال کا کیا نتیجہ ہوا۔ پس تم اپنے قلوب اور گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھو کہ آپس میں کس قدر اتحاد اور باہم مواخات اور محبت ہے؟ اور اس طرح پر جماعت کو ان برکات اور فیوض کے حاصل کرنے کا طریق بتایا۔ جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ

دنیا کو دین واحد پر جمع کرنے کیلئے تجویز کیا ہے

اس کے بعد آپ نے لیلۃ القدر کی حقیقت بیان فرمائی کہ دنیا میں سب سے بڑی لیلۃ القدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد رسالت تھا۔ اور پھر آپ کے بعد ہر صدی کے سر پر ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ جبکہ خدا کی طرف سے احیاء ملت بیضاء کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے موافق مجدد آتا ہے۔

یہ لیلۃ القدر اس لیلۃ القدر سے بڑی ہوتی ہے جو ہر سال آتی ہے اس کے برکات اور فیوض ایک ہزار ماہ کی عبادت سے بھی افضل ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ لیلۃ القدر اس صدسالہ لیلۃ القدر سے بھی افضل اور رفیع الشان ہے جو تیرہ سو سال کے بعد مجدد اعظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کے ساتھ آئی۔

پھر آپ نے جماعت کو متوجہ کیا کہ حضرت مسیح موعود کے عہد سعادت کے برکات کا وقت چلا گیا۔ اب بھی وقت ہے گو طلوع ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی قریب کا زمانہ ہے۔ جب یہ سلسلہ دنیا میں کثرت سے پھیل گیا اور سلاطین و ملوک اس سلسلہ میں داخل ہو گئے اور تم خود حکومتوں کے حامل اور مالک ہو گئے اسوقت وہ برکات جو قرب الہٰی کی ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے روحانی فضلوں کی جاذب ہوتی ہیں۔ جو ان ملائکہ کے ذریعہ آتی ہیں۔ جو لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں۔ اٹھ جائینگی۔ اس لئے اس وقت کی قدر کرو اور خدا تعالےٰ کو پاؤ کہ بہترین نعمت یہی ہے۔

دریاب گر عاقلی بشتاب گر صاحبدلی
شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

میں نے اپنے الفاظ میں اس خطبہ کا خلاصہ درخلاصہ چھاپ دیا ہے۔ معزز الفضل حسب معمول اسے بالتفصیل لفظاً چھاپ دیگا۔ جس کو پڑھکر جماعت کے قلوب میں ایک خاص روشنی اور قوت پیدا ہونے کی توقع ہے اور اگر ان ہدایات پر عمل کیا گیا تو یقیناً ہم گوہر مقصود کو پالیں گے۔ خدا کرے کہ ہم وہ ہو جائیں۔ جو ہمارا امام چاہتا ہے ؛ آمین۔

یادگاری نمبر کے خریدار

(۱)

یادگاری نمبر کے متعلق تحریک پورے طور پر نہیں ہو سکی میں معزز ہمعصر الفضل کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اس تحریک کو اپنے ایک نوٹ کے ذریعہ سے مشتہر کیا ہے ؛

میری کسی تحریک کے بغیر اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احباب نے خریداری فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے نیک اموروں میں برکت دے۔ اور اس نمبر کی اشاعت میں مجھے بھی اخلاص عطا فرماوے۔

۱۔ مکرمی شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس کراچی ایک سو کاپی
۲۔ مکرمی خانصاحب عبداللہ خانصاحب خلف الرشید حضرت نواب محمد علی خاں صاحب قبلہ ایک سو کاپی
۳۔ مکرمی بابو مظفر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر کلرک ضلع دھرم کوٹ رنگ ۵۰ کاپی
بابو مظفر احمد صاحب نے نہ خود الحکم کی خریداری قبول فرمائی ہے۔ بلکہ انہوں نے پانچ جدید خریدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے کیا لاکھوں کی جماعت میں ۲۰۰ مظفر احمد نہیں نکل سکتے ؟ جو ایک دن میں ایک ہزار جدید خریدار مہیا کردیں ؟ جواب واقعات رہیں گے ؟ م۔ ڈاکٹر فضل کریم صاحب سفارت برطانیہ کابل ۲ کاپی

(۲)

بعض مخلص احباب ایسے بھی ہیں جنکو اس نیازمند سے بہت محبت ہے اور وہ سلسلہ کے تمام کاموں میں اور تحریکوں میں حصہ لینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں کہ جب انہیں تحریک کیجاوے تو اس تحریک کو بھی شکرگذاری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہیں سے بعض کو میں نے خاص طور پر تحریک کر کے لکھ دیا ہے۔ کہ جسقدر کاپیاں ان کے نام کے آگے درج ہیں مفت اشاعت کیلئے خریدیں۔ تاہم اس اعلان سے مقصد یہ نہیں کہ وہ انکے لئے مجبور ہیں بلکہ ان سے یہی توقع کرتا ہوں مگر در اصل وہ آزاد ہیں

حیدرآباد (دکن) ایک ہزار کاپی۔ جسکی تقسیم حسب ذیل ہے

۱ جماعت حیدرآباد ۳۰۰ کاپی
جماعت سکندرآباد ۲۰۰ کاپی
۱۔ نواب اکبر یار جنگ بہادر ۱۰۰ ”
۲۔ سیٹھ محمد غوث صاحب ۱۰۰ ”
۳۔ حافظ سید عبدالحی صاحب وکیل ۱۰۰ ”
۴۔ مولانا ابو الحمید آزاد وکیل ۱۰۰ ”
۵۔ سید بشارت احمد صاحب سکرٹری ۱۰۰ ”
(۱۰۰۰ کاپی)

۲ جماعت کیورتھلہ ۲۰۰ ”
مکرمی منشی حبیب الرحمن صاحب ۱۰۰ ”
۳۔ جماعت بنگہ ۱۰۰ ”
۴۔ جماعت کریام۔ راہوں۔ لنگڑویہ ۱۰۰ ”
۵۔ مخدوم محمد افضل خاں صاحب نوشہرہ ۱۰۰ کاپی
(۵۵۰ کاپی)

بعض دوسرے احباب کو میں تحریک کر رہا ہوں اگر انہوں نے اس نمبر کی اہمیت کو سمجھا تو انشاء اللہ یہ تعداد پوری ہو جائیگی۔ اور یہ یادگاری نمبر آسانی کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔

(۳)

یادگاری نمبر کے مضامین نگار!

اکثر دوستوں کو میں نے اس نمبر کے لئے مضامین لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور مجھکو حضرت خلیفۃ المسیح کے لطف و کرم سے توقع ہے کہ آپ کا کوئی مضمون بھی انشاء اللہ مل سکیگا۔ ایسا ہی صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ شریف احمد صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ میر محمد اسحٰق صاحب قاضی اکمل صاحب۔ مولانا ابو الحمید آزاد۔ نواب اکبر یار جنگ بہادر۔ سید بشارت احمد صاحب۔ خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحب۔ حضرت ثاقب صاحب۔ مولانا اختر۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی و صادق اتاوی۔ مولوی جلال الدین شمس۔ حضرت منشی

ریاست حیدرآباد کے نظم و نسق پر ولایت میں چھیڑ چھاڑ

سر علی امام مسئلہ برار کے سلسلہ میں ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ مختلف موقعوں پر مسئلہ برار کے ضمن میں حیدرآباد کے نظم و نسق پر بھی نکتہ چینی ہوئی۔ حال میں دار العوام میں لارڈ ونٹرٹن نے مباحثہ ہند کے موقعہ پر حکومت حیدرآباد کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس نکتہ چینی کا جواب سر علی امام نے شائع کیا تھا۔ اس کے جواب میں لارڈ ونٹرٹن نے ٹائمز میں ایک خط شائع کیا ہے۔ جس میں سر علی کا جواب ہے۔ لارڈ موصوف نے لکھا ہے۔ کہ

"سر علی امام کو یقیناً معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ منجملہ دیگر بڑی ریاستوں کے ریاست حیدرآباد بھی ایک ہے۔ جس کو ہندوستان کے انتہا پسند اخبارات نے (جو ہندوستانی اہل الرائے کے ترجمان ہونے کے دعویدار ہیں۔) ہدف ملامت بنا رکھا ہے۔ جن اصلاحات کی طرف سر علی نے اشارہ کیا ہے۔ ان سے اس ملامت و نکتہ چینی میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے۔"

سر علی نے پھر جواب دیا ہے۔ مگر میں باوجود اس عزت و احترام کے جو سر علی کے لئے رکھتا ہوں ان کے جواب کو تسلی بخش نہیں پاتا۔ لارڈ ونٹرٹن نے جو حملہ حیدرآباد کے نظم و نسق پر اصلاحات کی موجودگی میں کیا ہے۔ سر علی اس کی جواب کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ میری رائے میں ولایت میں اس قسم کی بحث کا آغاز ریاست حیدرآباد کے مفاد کے خلاف ہوگا۔ انہوں نے جو تقریر لندن کے سربرآوردہ اصحاب کے مجمع میں کی ہے۔ اس میں تسلیم کر لیا ہے۔ "اہل برار سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ آیا وہ حضور نظام کی وفاداری کا کچھ خیال نہ رکھتے ہوئے یہ چاہتے ہیں کہ صوبہ برار کی سیاسی نگرانی حضور نظام کو منتقل کر دی جائے۔"

گویا استرداد برار کے سوال میں اہل برار کی رضامندی کے اصول کو سر علی نے تسلیم کر لیا ہے۔ جو بلحاظ ہر حالات ایک سیاسی غلطی ہے۔ بہرحال ولایت میں حیدرآباد کے نظم و نسق کا سوال دلچسپ ہو رہا ہے۔ اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ اعتراض کرنے والی پارٹی زبردست نہ ہو جائے۔

سوامی ابھیدانند صاحب کا فتویٰ کہ ہندوؤں کو گائے کا گوشت کھانا جائز ہے

امرت بازار پترکا کے حوالہ سے ہمدم لکھتا ہے کہ سنبھل پور کے بعض ہندو لیڈروں نے سوامی ابھیدانند کو ہندو مذہب کے متعلق تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا انہوں نے منو کے اقوال کا حوالہ دیتے ہوئے اور ان کے سنسکرت اشلوک کو دہراتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"قدیم آریہ گوشت خور تھے۔ اور وہ گائے کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ موجودہ نسل کو بھی ان کی اتباع کرنی چاہیئے۔ گائے کا گوشت کھانا جرم نہیں ہے"

سوامی جی کے اس بیان سے اضطراب پیدا ہونا لازمی تھا۔ دیکھنا چاہیئے۔ آریہ اخبارات اس پر کیا گل افشانی کرتے ہیں۔ سوامی ابھیدانند جی سے پہلے بھی بعض ہندو قابل مصنفین اس کی تائید کر چکے ہیں۔

الفضل کے خلاف ہتک عزت کا مقدمہ خارج

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں الفضل کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمہ کے خارج ہونے کے متعلق میں ایک نوٹ لکھ چکا تھا۔ الحکم کے ایک معزز نامہ نگار نے مندرجہ ذیل نوٹ بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ جس سے فیصلہ کی روح ظاہر ہوتی ہے معزز الفضل نے اصل فیصلہ کے چھاپنے کا وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ وہ فیصلہ بہت دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ تاہم اس سے حقیقت ظاہر ہے۔ کہ الفضل نے جو کچھ لکھا تھا۔ وہ نیک نیتی کے ساتھ واقعات کی روشنی میں لکھا تھا۔ (ایڈیٹر)

ظہیر الدین اروپی نے "الفضل" قادیان کے خلاف ہتک عزت کا جو مقدمہ رائے بہادر لالہ برکت رام آنریری مجسٹریٹ گوجرانوالہ کی عدالت میں دائر کیا تھا۔ وہ بیانات استغاثہ پر ہی خارج ہو گیا۔ اور عدالت نے ظہیر الدین کو نوٹس دیا۔ کہ وہ وجہ بیان کرے۔ کیوں نہ اس سے مستغاث علیہم کو بلاوجہ تکلیف دینے کا معقول ہرجانہ دلایا جائے۔

"الفضل" نے ظہیر الدین کے متعلق جو کچھ لکھا تھا۔ اسے عدالت نے بالکل صحیح اور درست قرار دیا۔ اور اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ اخبار "کیسری" کے خلاف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے کا جو مقدمہ گورنمنٹ نے چلایا تھا اس میں ظہیر الدین نے یہ شہادت دی کہ "کیسری" کے مضمون سے ہتک نہیں ہوتی۔ مسلمانوں میں ناراضگی پیدا کر دی تھی۔ ایسے وقت میں "الفضل" نے ظہیر الدین کی اصل پوزیشن بتانے کے لئے وہ سطور شائع کیں۔ جن کی بنا پر اس نے ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور جو بالکل درست اور صحیح ہیں۔ عدالت نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شخص معمولی دیہاتی آدمی ہے۔ جو ملازمت کی خاطر کئی بار اپنے مذہبی عقائد بدلتا رہا ہے۔

اصل فیصلہ جو بہت طویل ہے نہایت دلچسپ ہے۔ جو غالباً اخبار الفضل میں عنقریب شائع ہو جائیگا

(نامہ نگار)

اخبارات کو مغالطہ دیا جا رہا ہے

القاسم وغیرہ اخبارات میں عبد القادر (مہاجر قادیان) کے نام سے بعض مضامین شائع ہوتے ہیں۔

قادیان میں اس نام کا کوئی مہاجر نہیں ہے۔ جو ہمارے خیالات کا موید ہو۔ کس قدر اخلاقی کمزوری اور پست ہمتی ہے کہ مخلوق کو دھوکہ دینے کے لئے اس قسم کا طرز عمل اختیار کیا جائے جن لوگوں کی منافقانہ حالت اس قسم کی ہو کیا وہ کبھی صداقت کے حامل اور مبلغ ہو سکتے ہیں؟ ہم نے عمداً ان خرافات پر آج تک توجہ نہیں کی۔

القاسم نے اگرچہ خود بھی مسلمانوں کو بہائیوں کی چالبازی سے آگاہ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ مگر وہ خود ان کا شکار ہو رہا ہے۔ اور محض ہماری مخالفت کیوجہ سے ان لوگوں کے لئے اپنے تبلیغی کالم وقف کرتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہاء اللہ کو افضل کہتے ہیں۔ اور شریعت اسلامی کو منسوخ قرار دیتے ہیں

او عداوت کے تاریک بخارات برا ہو کر تو ایک ذی عقل انسان کے دماغ پر مستولی ہو کر اس کے ہوش بگاڑ دیتا ہے۔

ہم اس قسم کی مخالفتوں سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ ڈرے ہیں۔ اور ہم علی وجہ البصیرۃ کہتے ہیں۔ کہ

یہ مخالفتیں ہمارے باغ کی کھاد ہیں۔ مگر مسلمانوں کے رہنماؤں کو چاہیئے کہ وہ ہماری مخالفت کے جوش میں

اپنی ناک نہ کٹوائیں

ثنائی مشن

القاسم میں اس عنوان سے ایک مراسلہ ایک دیوبندی فارغ التحصیل کا مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف شائع ہوا ہے۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر الزام لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے تمام مقلدین کو کافروں کے ساتھ تشبیہ دیکر کافر بنا دیا ہے۔ اور پھر کہا ہے کہ

"یہی وہ لوگ ہیں جو قومی سٹیج پر پبلک پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گلا پھاڑ پھاڑ کر اتحاد و اتفاق کا وعظ کیا کرتے ہیں۔ اور موانست و مواصلت کا درس دیا کرتے ہیں۔ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کار دیگر مے کنند

دیوبندیوں کو مبارک ہو۔ الکفر ملتہ واحدہ حق کے مقابلہ میں یہ سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور جب گھروں میں جاتے ہیں تو ان کے نہانی کرتوت اس طرح پر آشکارا ہوتے ہیں ؎

ارمغان عید

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ وسوانح لکھنے کا جو شوق میرے دل میں رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز رہیگا۔ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے بہت سے ارادے اس کے دل ودماغ ہی میں رہجاتے ہیں۔ اور وہ کبھی عملی صورت نہیں پاتے۔ اس لئے کہ ارادوں کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے ٭

کچھ عرصہ گذرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **سیرۃ** کا کام **حیات النبی** کے نام سے شروع کیا۔ مگر اس کے دو نمبر نکل کر آگے نہ نکل سکے۔ دراصل میرا ارادہ یہ تھا کہ ۱۰۰ صفحہ ماہوار کا ایک رسالہ سیرۃ کے نام سے شایع کروں۔ لیکن میری گوناگون مصروفیتوں اور مرکز سے غیر حاضری سدراہ ہوئی۔ گذشتہ سال واپس آکر پھر اس خیال نے چٹکی لی۔ اور میں نے چاہا کہ حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کے **شمایل واخلاق** کی جلد شایع کروں۔ مگر اس اثنا میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی **سیرۃ المہدی** کا اعلان ہوا۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ اس کی جلد نکل جاوے۔ جس قابلیت اور عمدگی کیساتھ یہ جلد مرتب ہوئی ہے۔ اس کے بعد مجھے اپنے کام سے سبکدوش ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر محض اس خیال سے کہ میرا نقطہ نظر اور ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسقدر سیرتیں۔ شائع ہوں کم ہیں۔ میں نے اپنے ثواب اور مقصد کو ہاتھ سے نہ دینا چاہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے حیات النبی کی قدر افزائی جن الفاظ میں کی اس نے میرے حوصلہ کو بلند کر دیا۔ اور میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اسے مکمل کروں۔ حضرت صاحبزادہ نے لکھا کہ

"دراصل حیات النبی ہی وہ تصنیف ہے جو اس وقت تک حضرت مسیح موعود کے سوانح وسیرۃ میں ایک مستقل اور مفصل تصنیف کے طور پر شروع کی گئی ہے۔ اس کی دو جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ اور قابل دید ہیں"

اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ مجھے حضرت مسیح موعود کا **سوانح نگار** لکھ چکے ہیں۔ اس لئے میری آرزو یہی ہے کہ میں اس نام کا اہل ہو کر دنیا سے اٹھوں۔ اور خدا تعالےٰ مرنے سے پہلے مجھے توفیق دیدے کہ میں یہ کام کر سکوں۔ احباب بھی میرے لئے دعا کریں۔

غرض سیرۃ المہدی کی اشاعت کیوجہ سے میں نے سیرۃ مسیح موعود کی جلد **اخلاق وشمائل** کو پیچھے ڈالا۔ اور یہ بہت مفید ہوا۔ کیونکہ اس سے مجھکو بہت مدد ملی۔ شمائل واخلاق کی جلد پانچسو صفحہ سے کم میں نہ آئیگی۔ اس لئے میں نے اسے تین حصوں پر منقسم کر دیا۔ جن میں سے پہلا حصہ اب طیار ہے۔ اور امید ہے کہ عید کے دوسرے روز یا عید کے دن شایع ہو سکیگا۔ اور اس طرح پر یہ **ارمغان عید** ہوگا۔ ہر ایک جلد ۱۶۰ صفحہ کی ہوئی۔ اور ہر جلد کی قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک ہے۔ چونکہ تجربہ ہو گیا ہے۔ کہ کتابوں کی بہت تھوڑی تعداد نکلتی ہے۔ اس لئے میں نے اسی قدر جلدوں کے چھپانے کا انتظام کیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ جلد درخواستیں بھیجدیں۔ تاکہ شائع ہوتے ہی بذریعہ وی پی بھیجدیجاوے۔ جو لوگ پہلے سے سیرۃ کے خریدار ہیں ان کے نام اسقدر جلدیں جس کے وہ پہلے سے خریدار ہیں۔ بھیجدیجائینگی اور آئندہ اسکا نام حیات النبی کی بجائے سیرۃ مسیح موعود ہی رہیگا۔ اخلاق وشمائل کے اس جلد کے بعد حیات النبی کا تیسرا نمبر شائع ہوگا۔ اور اس میں کوشش کیجائیگی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **چالیس سالہ** زندگی تک کے واقعات ختم ہو جائیں۔ مجھے زوردار الفاظ میں اس تحریک کو نہیں کرنا۔ کہ میں پہلے سے اس کا مخالف ہوں کہ جذبات آفرین الفاظ سے اثر پیدا کیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے محبوب ہیں اور کون احمدی ہے جو اپنے محبوب کے شمائل واخلاق وحالات کا مطالعہ ضروری نہ سمجھے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ دوستوں کو ہدیہ دیجلئے ٭

خاکسار عرفانی